سانحہء سیاچن اور ایک تاریخی تقریر

(تحریر و ترتیب......سید مصطفٰے عزیز آبادی)

یوں تو عام طور پر تمام ہی انسان دنیا میں بینائی لیکر پیدا ہوتے ہیں اور جو قدرتی طور پر بینائی سے محروم ہوتے ہیں ان کی تعداد بہت ہی کم ہوتی ہے۔ جو بصارت سے محروم ہوتے ہیں ان کے ساتھ تو یہ مجبوری ہوتی ہے کہ وہ اردگرد اور دورونزدیک کی چیزوں اور رونما ہونے والے واقعات کو دیکھ نہیں پاتے مگر حقیقت تو یہ ہے کہ بہت سے مکمل اور صحیح بصارت رکھنے والے بھی اپنے گردوپیش کے حالات وواقعات کو دیکھ کچھ بھی سمجھ نہیں پاتے۔ اسلئے کہ یہ ضروری نہیں کہ جو بصارت رکھتا ہو وہ بصیرت بھی رکھتا ہو۔ جو بصیرت سے محروم ہوتے ہیں وہ حالات وواقعات کو کوتاہ نظری سے دیکھتے ہیں مگر جو اہلِ بصیرت ہوتے ہیں وہ حالات وواقعات اور معاملات کو کوتاہ نظری سے نہیں بلکہ فہم وفراست، ہوشمندی اور دانائی کی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور اپنی بصیرت کی بنیاد پر مستقبل کا حقیقت پسندانہ راستہ دکھاتے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ جب بھی اہل بصیرت کوئی راستہ دکھاتے ہیں تو وہ تمام لوگ جو بصارت تو ضرور رکھتے ہیں مگر بصیرت سے مکمل طور پر محروم ہوتے ہیں اور انہیں اپنی تمام تر قوتِ بصارت کے باوجود کچھ نظر نہیں آتا اور اگر کچھ نظر آتا بھی ہے تو سیدھا نہیں بلکہ الٹا نظر آتا ہے۔ وہ اہل بصیرت پر مغلظات اور الزامات کے پتھر برساتے ہیں مگر کچھ عرصہ بعد وہ بالآخر اسی راستے کو اختیار کرتے ہیں اور اسی میں اپنی عافیت سمجھتے ہیں اور اسی کی شان میں قصیدہ گوئی کرتے نہیں تھکتے۔

دو ہفتہ قبل یعنی 7، اپریل کو سیاچن کے گیاری سیکٹر میں برفانی تودہ گرنے سے پاک فوج کے 139، افسروں، جوانوں اور شہریوں کے دب جانے اور فوج کے بٹالین ہیڈکوارٹر تباہ ہونے کے المناک سانحہ کے بعد پاکستان کے صدر، وزیراعظم، چیف آف آرمی اسٹاف، مسلح افواج کے دیگر اہم اداروں کے سربراہان اور بعض قومی رہنما سیاچن اور کشمیر کے مسئلے، پاکستان بھارت دوستی اور دوطرفہ تعلقات کے حوالے سے جس قسم کے حیرت انگیز بیانات دے رہے ہیں انہیں سن کر میں سوچ رہا ہوں کہ آج سے برسوں پہلے ایم کیوایم کے قائد جناب الطاف حسین نے پاکستان بھارت دوستی، سیاچن اور مسئلہ کشمیر اور دیگر اہم علاقائی معاملات کے بارے میں جب جب یہی باتیں اپنے خطابات، بیانات اور انٹرویوز میں بارہا کہیں یا لکھیں تو ان پر بھارت کے ایجنٹ ہونے کے بیہودہ الزامات لگائے گئے...... انہیں ملک دشمنی اور غداری کے طوق پہنائے گئے...... انکے بارے میں طرح طرح کے شرانگیز فتوے جاری کئے گئے...... حتیٰ کہ تصور پاکستان کے خالق علامہ اقبالؒ کے اس مشہور زمانہ شعر کے پڑھنے پر جناب الطاف حسین کو بدترین تنقید کا بھی نشانہ بنایا گیا کہ،

سارے جہاں سے اچھا، ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی، یہ گلستاں ہمارا

آج سے ساڑھے سات برس قبل یعنی 6 نومبر 2004ء کو جبکہ اس وقت سیاچن کے گیاری سیکٹر جیسا قیامت خیزی کا اتنا بڑا واقعہ رونما نہیں ہوا تھا، اس وقت ایم کیوایم کے قائد جناب الطاف حسین نے نئی دہلی میں انڈیا کے ممتاز روزنامے ہندوستان ٹائمز کے زیراہتمام ہونے والی بین الاقوامی کانفرنس میں اپنی تاریخی تقریر میں پاکستان بھارت کے درمیان دوستی کا پیغام دیتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ''جب تک مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے کوئی مؤثر اور متبادل رائے سامنے نہیں آتی اس وقت تک پچھلی تین دہائیوں سے موجود لائن آف کنٹرول کو بنیاد بنا کر مذاکرات کا آغاز کیا جاسکتا ہے۔ تین جنگوں سے پاکستان اور بھارت کے عوام کو لاشوں، یتیموں، بیواؤں اور جنگی اخراجات میں اضافہ اور غربت وپسماندگی کے سوا کیا ملا؟ اگر ہم آج بھی اپنے اپنے مؤقف پر اڑے رہے تو اس کی ہولناک قیمت ہماری آنے والی نسلوں کو ادا کرنی ہوگی۔ آیئے ہم عقل وفہم کو ضد اور سیاسی مفادات پر ترجیح دیں اور دفاعی اخراجات میں کمی کر کے یہ پیسہ اپنے معاشرے اور معیشت کی فلاح کیلئے استعمال کریں۔ امن اور بہتر اور دیرپا تعلقات کے عظیم مقاصد کے حصول کیلئے دونوں ممالک (پاکستان، بھارت) کو جارحیت کا راستہ ختم کرنا ہوگا''۔ جناب الطاف حسین نے اپنی تقریر

میں پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ وجدل کے بجائے دوستی اور امن وخوشحالی کا راستہ دکھایا تھا تاکہ آنے والی نسلوں کو تباہی سے بچایا جاسکے......سیاچن میں گیاری سیکٹر جیسی قیامتیں برپا نہ ہوں......اور دونوں ممالک جنگوں کا راستہ چھوڑ کر اپنے عوام کی فلاح وترقی کا سامان کرسکیں لیکن بصارت رکھنے کے باوجود بصیرت اور فہم وفراست سے محروم عقل کے تمام اندھوں نے اس وقت بھی جناب الطاف حسین پر الزامات ودشنام کے تیر برسائے...... پاکستان کے بعض نام نہاد دانشوروں اور لکھاریوں نے جناب الطاف حسین کی تقریر کو غلط انداز میں پیش کرکے انکے خلاف بیہودہ الزامات اور بہتان تراشی پر مبنی کالموں سے اخبارات کے صفحات بھردیے...... اور جناب الطاف حسین کو ملک دشمن اور انڈین ایجنٹ ثابت کرنے کیلئے سارا زور لگادیا......صرف اسلئے کہ انہوں نے پاکستان اور بھارت کو جنگ وجدل اور نفرت وانتہاپسندی چھوڑ کر امن اور دوستی کی راہ پر چلنے اور بات چیت کے ذریعے تمام تنازعات حل کرنے کا راستہ دکھایا تھا۔آج جب سیاچن کے گیاری سیکٹر میں پاک فوج کے افسروں، جوانوں اور شہریوں پر قیامت ٹوٹی ہے تو صدر آصف زرداری، وزیراعظم یوسف رضا گیلانی بھی بھارت سے دوستی کی بات کررہے ہیں...... چیف آف آرمی اسٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ ’’سیاچن پر دونوں ممالک کے بیش بہا اخراجات ہورہے ہیں، یہ مسئلہ پاکستان اور بھارت کو مل بیٹھ کر حل کرنا چاہیے‘‘۔جنرل کیانی مزید فرماتے ہیں کہ ’’ملک کی سلامتی سرحدوں کے محفوظ ہونے میں نہیں بلکہ اصل سلامتی عوام کی ترقی اور خوشحالی میں ہوتی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ دفاع پر اخراجات کم ہوں اور عوام کی فلاح وبہبود پر زیادہ خرچ ہو‘‘۔مسلم لیگ ن کے سربراہ میاں نوازشریف جو دومرتبہ پاکستان کے وزیراعظم رہ چکے ہیں وہ تو آج یہاں تک فرمارہے ہیں کہ ہم سیاچن میں بیٹھ کر دشمن سے نہیں موسم سے جنگ کررہے ہیں اور اس پر اربوں روپے خرچ کررہے ہیں، دونوں ممالک بیٹھ کر اس مسئلے کا حل نکالیں، سیاچن کے مسئلے کے حل کیلئے پاکستان کو پہل کردینی چاہیے اور سیاچن سے اپنی فوجیں واپس بلالینی چاہئیں، بھارت کی طرف سے پہل کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔آج پاکستان کا دفتر خارجہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہے کہ سیاچن جیسے سانحات سے بچنے کا واحد راستہ اس بارے میں موجود معاہدے پر عمل درآمد ہے۔

افسوس کہ کوتاہ نظر لوگوں کی آنکھیں حادثات وسانحات کے بعد کھلا کرتی ہیں اور اہل بصیرت حادثات وسانحات کے رونما ہونے سے بہت پہلے ان سے بچنے کے راستے بتادیتے ہیں۔آج ہمارے ارباب اختیار اور نام نہاد قومی رہنما وہی باتیں کررہے ہیں جو برسوں پہلے کہنے پر الطاف حسین گناہ گار وخطاکار ٹھہرائے گئے تھے۔

میں نے سوچا کہ ایم کیوایم کے قائد جناب الطاف حسین نے بھارت کے ممتاز روزنامے ہندوستان ٹائمز کے زیراہتمام دارالحکومت نئی دہلی میں 5 نومبر 2004ء کو ہونے والی دوروزہ انٹرنیشنل کانفرنس میں Key note اسپیکر کی حیثیت سے جو تاریخی تقریر کی تھی اسے اپنے مضمون کے ذریعے ایک مرتبہ پھر قارئین کرام کی نذر کیا جائے تاکہ وہ محبِّ وطن پاکستانی جنہیں منفی اور زہریلے پروپیگنڈوں، بے بنیاد کہانیوں اور جھوٹے قصوں کے ذریعے ایم کیوایم اور جناب الطاف حسین کے خلاف بہکایا گیا وہ خود بہتر فیصلہ کرسکیں کہ الطاف حسین تو ہمیشہ سے پاکستان کی خیرخواہی کی باتیں کرتے آئے ہیں اور جو باتیں آج میاں نوازشریف، آرمی چیف اور دیگر زعماء کررہے ہیں الطاف حسین وہ باتیں برسوں پہلے کرچکے ہیں اور ان باتوں پر مخالفین کے طعنے، تشنے اور مغلظات سن چکے ہیں۔ہندوستان ٹائمز کے زیراہتمام دہلی میں ہونے والی اس انٹرنیشنل کانفرنس میں جناب الطاف حسین سمیت کئی عالمی رہنماؤں نے شرکت کی تھی جن میں بھارت کے وزیراعظم من موہن سنگھ، سری لنکا کی صدر چندریکا کمارا تنگا، برطانیہ کے سابق وزیراعظم جان میجر، امریکہ کے سابق وزیرخارجہ ہنری کسنجر، اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندے ڈاکٹر ہنز بلیکس، بھارت کے وزیرخارجہ نٹور سنگھ اور دیگر اہم شخصیات شامل تھیں۔اس کانفرنس کا عنوان ’’بھارت اور دنیا‘‘ تھا اور اس کا مقصد بھارت اور قریبی وہمسایہ ممالک سے معاشی ترقی میں پارٹنرشپ اور سیاسی مستقبل اور طور طریقوں کا خاکہ تیار کرنا تھا۔قائدتحریک الطاف حسین کی اس تاریخی تقریر کو پڑھ کر جو قارئین کرام اگر اس پر کوئی اظہار خیال کرنا چاہیں تو وہ ای میل ایڈریس mqm@mqm.org پر ای میل کرسکتے ہیں۔پیش خدمت ہے قائدتحریک الطاف حسین کی انڈیا میں کی گئی تاریخی تقریر......

نئی دہلی۔۔۔6 نومبر 2004ء

Management of Hindustan Times

Distinguished Speakers and Honourable Guests

السلام وعلیکم......نمستے......ست سری اکال......Good Afternoon

میں اپنی جانب سے اور اپنی جماعت کی جانب سے ہندوستان ٹائمز کو Leader initiative series of lactures کے کامیاب انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔میری دعا اور امید ہے کہ یہ فورم عالمی امن اور Prosperity کو بڑھاوا دینے میں کامیاب ہو۔میرے لئے واقعی یہ ایک اعزاز ہے کہ مجھے

اس دور کے ممتاز لیڈرز کے ساتھ اس کانفرنس میں مدعو کیا گیا ہے اور معزز حاضرین کے سامنے اپنے خیالات پیش کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔ اپنے آباؤ اجداد کی سرزمین پر یہ میرا پہلا خطاب ہے اور میں کوشش کروں گا کہ اس تاریخی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک بہتر دنیا کے قیام کیلئے اپنے خیالات پیش کروں۔

آج دنیا میں 190 سے زائد آزاد ملک موجود ہیں ان سب کے درمیان بلواسطہ یا بلاواسطہ رابطہ ہے۔ آج کی صدی انفارمیشن ٹیکنالوجی کی صدی ہے۔ اس صدی میں دنیا کے لوگوں سے حقائق زیادہ عرصے تک چھپانا ممکن نہیں۔ اس صدی کی ایک achievement یہ بھی ہے کہ کوئی بھی قوم یا ملک سچے یا جھوٹے دعوے کرے تو عوام جلد ہی یہ اندازہ لگا لیتے ہیں کہ کون سا دعویٰ سچا اور کون سا جھوٹا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ بھارت دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہے۔ برطانیہ سے آزاد ہونے کے بعد بھارت میں فیوڈل سسٹم کا خاتمہ کر دیا گیا جس کی وجہ سے آزادی کے بعد بھارت میں ایک دن کیلئے بھی مارشل لاء نہیں لگا اور جمہوریت مستحکم ہونے لگی۔ جمہوری عمل کے اس تسلسل کی وجہ سے نہ صرف Literacy Rate میں دن بدن اضافہ ہونے لگا بلکہ بھارت میں مڈل کلاس اور غریب طبقے نے بھی سیاست میں نہ صرف Active رول ادا کرنا شروع کر دیا بلکہ سیاست میں عملاً بھی حصہ لینا شروع کر دیا۔ اس جمہوری عمل کی وجہ سے بھارت میں صنعتی ترقی ہوئی اور دن بدن اس ترقی میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ I.T میں بھی بھارت تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اگر ترقی کی رفتار یہی رہی تو بھارت آئندہ 15 یا 20 برسوں میں دنیا کا ایک مضبوط ترین معیشت والا ملک بن جائے گا۔ کسی بھی ملک کی Growth اور دنیا کے دیگر چھوٹے بڑے ملکوں سے بہتر پارٹنرشپ کیلئے ضروری ہے کہ اس ملک کی معیشت مثبت سمت میں سفر کر رہی ہو۔

معزز خواتین و حضرات!

میں اپنا ہر لفظ اور ہر جملہ انتہائی سوچ بچار اور کئی بار غور کرنے کے بعد آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اس سے پہلے کہ میں آج کے Topic پر آؤں، میں چاہوں گا کہ متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیو ایم) کے قیام، اس کی فلاسفی اور اس کے اب تک کے سفر پر روشنی ڈالوں۔ ایم کیو ایم پاکستان میں تیسری بڑی سیاسی جماعت ہے۔ ہم بلا امتیاز رنگ، نسل، زبان، جنس، قومیت یا مذہب، سب کیلئے مساوی حقوق اور مواقع چاہتے ہیں۔ ہم نے مذہبی رواداری کیلئے انتھک جدوجہد کی اور مذہبی جنونیت، دہشت گردی اور فساد کی تمام صورتوں کی مخالفت کی۔ ایم کیو ایم Entrepreneural فری مارکیٹ اکانومی...... گڈ گورننس...... آزاد عدلیہ...... شفاف احتساب...... آزادی صحافت...... اور زندگی کے تمام شعبوں میں خواتین کی مساوی نمائندگی پر یقین رکھتی ہے۔ ہمارا پہلا سیاسی مقصد پاکستان کے کرپٹ فرسودہ جاگیردارانہ اور فوجی سیاسی نظام کو تبدیل کرنا ہے۔ ہم پاکستان کی لوئر اور مڈل کلاس کی واحد نمائندہ جماعت ہیں جس میں کوئی جاگیردار یا فوجی جنرل شامل نہیں ہیں۔ ہمیں پاکستان کے عوام کی جو بھرپور حمایت حاصل ہے اس کی مثال 1988، 1990، 1993، 1997 اور 2002 کے عام انتخابات کے دوران ہماری کامیابی کی صورت میں دیکھی جا سکتی ہے۔ سندھ میں مہاجروں میں پائے جانے والے احساس محرومی کے باعث مارچ 1984 میں مہاجر قومی موومنٹ کے قیام کے بعد سے ہماری جدوجہد اور کامیابیوں نے سندھ کے دیہی علاقوں کے سندھی بولنے والوں میں بھی ہمت پیدا کی ہے اور وہ بڑی تعداد میں ہمارے ساتھ شامل ہو چکے ہیں۔ ماضی میں انہیں اسٹیبلشمنٹ کی جانب سے بتایا گیا تھا کہ ہم ان کے خلاف ہیں لیکن ہماری positive اپروچ نے ان کی سوچ تبدیل کر دی۔

آپ پوچھ سکتے ہیں ہم کہ ایسی حکومت کا حصہ کیوں ہیں جو جمہوریت اور جمہوری اداروں کو مضبوط کرنے کے بجائے فوجی حکمرانی کو مضبوط کر رہی ہے؟ ایک ایسے ملک میں جہاں کنٹرولڈ ڈیموکریسی ہے وہاں ہم نے اپنے سیاسی مقاصد کو آگے بڑھانے کی بھاری قیمت ادا کی ہے۔ پاکستان کے کچلے ہوئے اور مظلوم لوگوں کی بہتری کیلئے کام کرنے کی ہماری دیرینہ خواہش کے باعث موجودہ حالات میں ہمیں کچھ ایسے تلخ سیاسی فیصلے بھی لینے پڑے جو نارمل حالات میں ہمیں کبھی قبول نہ ہوتے۔ آج پاکستان میں ہمیں صدر جنرل پرویز مشرف یا ڈیموکریسی میں سے کسی ایک کا انتخاب نہیں بلکہ آرمی یا مزید آرمی میں سے ایک راستہ کا انتخاب کرنا تھا۔ پاکستان میں آرمی کی بنائی ہوئی مذہبی سیاسی جماعتوں نے ایسی آئینی ترامیم کی حمایت کی جن سے جمہوری نظام کمزور ہوا اور ساتھ ہی ساتھ دنیا میں خود کو ڈیموکریٹک ثابت کرنے کیلئے مذہبی سیاسی جماعتوں نے ہی فوجی حکومتوں کے خلاف سڑکوں پر آ کر احتجاج بھی کیا۔ مذہبی سیاسی جماعتوں کی یہ منافقت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ چونکہ بات پاکستانی سیاست کی چل رہی ہے اسلئے میں Briefly صوبہ سندھ اور بلوچستان کے ساتھ کی جانے والی ناانصافیوں کا بھی ذکر کرنا چاہوں گا۔ آج تک سندھ اور بلوچستان کی دولت اور وسائل کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا گیا ہے۔ نہ تو وفاقی ریونیو میں سے ان کا جائز حصہ انہیں دیا جا رہا ہے نہ ہی دریاؤں کے پانی کو صحیح طرح سے تقسیم کیا جا رہا ہے۔ ان ناانصافیوں کی وجہ سے سندھ اور بلوچستان کے دیہی علاقوں میں بھوک غربت اور ماحولیاتی تباہی کی زیادتی ہے۔

معززخواتین وحضرات!

آج پاکستان کے سیاسی Scenario کی صورتحال بے حد مایوس کن ہے کہ جب ملک کی قیادت کھلے عام یہ بات مانتی ہے کہ اگر فوج نے ملکی معاملات نہ چلائے تو ملک ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا۔میرے نزدیک یہ اعتراف نظریہ پاکستان یعنی برصغیر کے مسلمانوں کیلئے علیحدہ ملک اور پچھلے بچاس سالوں میں کمزور سے کمزور تر ہوتے گئے دوقومی نظریے کیلئے ایک seirous blow ہے۔مسلمان ایک دوسرے کوقبائلی ااورلسانی منافرت کی بناء پرقتل کررہے ہیں اورفرقہ واریت میں بے تحاشہ اضافہ ہوچکا ہے۔اس صورتحال سے سارافائدہ مساجداورمدرسوں کواپنے گھناؤنے مقصد کیلئے استعمال کرنے والے اٹھارہے ہیں۔بدقسمتی سے کم پڑھے لکھے مسجد کے پیش امام ہی society میں زیادہ بااثر ہیں اور جہاد کے Advocates ہی مختلف عقائد کے ماننے والوں......ان کی عبادت گاہوں کوقتل کررہے ہیں۔ شاید پاکستان بننے کے ساتھ ہی نظریہ پاکستان دم توڑ گیا تھا جب برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت نے تقسیم کے نتیجے میں بھارت ہی میں رہنا پسند کیا اور یہ سچائی 1971ء میں بنگلہ دیش کے قیام کی شکل میں پھرابھر کے سامنے آئی۔میری بات کے ثبوت میں بنگلہ دیش میں آج تک تین لاکھ محصور پاکستانیوں کی مثال پیش کی جاسکتی ہے جوکئی دہائیاں(Decades) گزرجانے کے باوجود غیریقینی کی کیفیت میں آج بھی اپنے دیس لوٹنے کے منتظر ہیں لیکن نہ تو پاکستان اورنہ ہی بنگلہ دیش گورنمنٹ انہیں تسلیم کرتی ہے۔

معززخواتین وحضرات!

برصغیر کے مسلم اقلیتی علاقوں سے پاکستان ہجرت کرنے والوں کوانکے جائزحقوق سے محروم کیا گیااورانکے ساتھ زندگی کے مختلف شعبوں میں ناانصافیاں اور Highhandednes کی گئیں۔ہم نے ناانصافیوں کے خلاف مہاجرقومی موومنٹ بنائی توہماری جدوجہدکودبانے کیلئے ہم پرغداری کے بے بنیادالزامات لگائے گئے اورہمیں ریاستی آپریشن کانشانہ بنایا گیا۔ہمارے خلاف آپریشن کے دوران 1993 کے عام انتخابات ہوئے توفوج نے ہم پر یہ پابندی لگادی کہ ہم صرف چند حلقوں سے الیکشن لڑسکتے ہیں تاکہ باقی حلقوں سے فوج کے تشکیل کردہ گروپ کوکامیاب کروایا جائے اوردنیا کو یہ بتایا جائے کہ ایم کیوایم کوسندھ کے شہری علاقوں کے لوگوں کی حمایت حاصل نہیں ہے۔ہم نے اس غیرقانونی اورغیرآئینی پابندی کے خلاف احتجاجاً الیکشن کا بائیکاٹ کردیا۔ہماری اپیل پرسندھ کے شہری علاقوں کے عوام نے الیکشن کا بھرپور بائیکاٹ کیا جسکے گواہ نہ صرف پاکستانی بلکہ بین الاقوامی مبصرین بھی ہیں۔اس بائیکاٹ نے پورے انتخابی عمل کومشکوک بنادیا جس پرفوج کے اعلیٰ حکام نے ہم سے رابطہ کیااورصوبائی اسمبلی کے الیکشن میں حصہ لینے کی درخواست کی۔ہم آزادانہ طورپرانتخابات میں حصہ لینے کی گارنٹی ملنے پر 48 گھنٹے کے نوٹس پر صوبائی اسمبلی کے الیکشن میں حصہ لیااورعوام نے ایک بارپرایم کیوایم کواپنا بھرپورمینڈیٹ دیا۔

معززخواتین وحضرات!

اگرایم کیوایم پرلگائے جانے والے دہشت گردی کے الزامات صحیح ہوتے توسندھ کے شہری علاقوں کے عوام ایم کیوایم کے خلاف فوجی آپریشن کی حمایت کرتے اورفوج کی موجودگی میں ہونے والے الیکشن کاایم کیوایم کی اپیل پرمکمل بائیکاٹ نہ کرتے اورایم کیوایم کودوبارہ اپنامینڈیٹ نہ دیتے۔تمام ترریاستی تشدد کے باوجودعوام نے ایم کیوایم کواپنا مینڈیٹ دیالیکن اس مینڈیٹ کااحترام نہیں کیا گیااورہمارے خلاف ریاستی آپریشن جاری رہا۔یہاں تک کہ ہمیں اس ظلم کے خلاف ملک میں پرامن احتجاج بھی نہیں کرنے دیا گیا۔کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم نے اقوام متحدہ سمیت دنیا بھرکے کسی بھی فورم پراپنے علاوہ کسی اورکاکیس پیش کیا ہو۔ہم نے ہرحال میں جمہوریت اورانسانی حقوق کانام لینے والے ملکوں سے اخلاقی،سیاسی اورسفارتی سطح پرتعاون تلاش کیا۔میرے نمائندوں نے امریکی اوریورپین ملکوں کے حکام سے ملاقاتیں کیں کیونکہ جب ہمیں ہماری ہی حکومت نے دیوار سے لگادیا۔طاقت کے نشے میں چورہوکر ہمارے حقوق سے انکارکیا گیااورپرخلوص اور بامعنی مذاکرات کے بجائے ہمارے خلاف فوجی آپریشن کیا گیا توہم مجبورہوگئے کہ ہم اپنامسئلہ بین الاقوامی سطح پراٹھائیں۔

آیئے اب میں سیمینار کے موضوع"India and the World" کی جانب واپس آتاہوں اورآپ کی اجازت سے اپنی پارٹی کے حوالے سے مزید حوالے بھی آپ کو بتاتا چلوں گا۔اس سیمینارکاموضوع "India and The World; a Bluepprit for Partnerhsip and Growth"بہت خوش آئند ہے۔ساؤتھ ایشیا سے تعلق رکھنے والوں کے مستقبل کادارومدار یقیناً پارٹنرشپ اورترقی پرہے۔ظاہرہے کہ Reality کا روپ دینے کیلئے انتہائی ضروری ہے ریجن میں امن کامستقل قیام۔ایک عرصے سے پاکستان اوربھارت ایک دوسرے کے درپے ہیں......اگرہم آس پاس دیکھیں توسری لنکا،نیپال اوربنگلہ دیش میں

بے چینی ہے جبکہ افغانستان میں ابھی تک امن قائم نہیں ہوسکا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان ریجن میں دو بڑے ملکوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔اس بات کی ضرورت ہے کہ دونوں ملک فراخدلی، سیاسی بلوغت اور صحیح معنوں میں برداشت کا مظاہرہ کریں۔ اگر ایسا ہوتو تب ہی ممکن ہے کہ معنی خیز ، پرخلوص اور کھلے دماغ کے ساتھ Composite Dialogue کی جانب پیش قدمی کی جاسکے۔میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ میں اور ایم کیوایم اس حوالہ سے اٹھائے جانیوالے اقدامات پر بھارت کے موجود اور سابقہ وزرائے اعظم ،صدر جنرل پرویز مشرف اور دیگر متعلقہ افراد کی خدمات کا تہہ دل سے اعتراف کر تے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ موجودہ صوتحال کو Maintain رکھا جائے تا کہ پائیدار امن کا قیام ممکن ہوسکے۔اس ضمن میں ہم مذاکرات سے پہلے اٹھائے جانے والے تمام تر اقدامات کو دانشمندانہ قرار دیتے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ ضروری ڈھانچہ آہستہ آہستہ مگر یقینی طور پر بنتا نظر آرہا ہے اور اسکی مدد سے مذاکرات کے عمل میں تسلسل اور استحکام پیدا ہورہا ہے۔ یہ اور خوش آئند بات ہے کہ ساتھ ہی ساتھ وسیع پیانے پر حل طلب مسائل کی مختلف سطحوں پر نشاندہی اور بحث بھی جاری ہے

معزز خواتین وحضرات!

میں خصوصی طور پر اپنے کشمیری بھائیوں اور بہنوں سے اپیل کروں گا کہ اس نازک موقع پر دانشمندی اور فہم وفراست کا مظاہرہ کریں اور پاک بھارت مذاکرات کو باہمی رضامندی اور ہم آہنگی کے اصول کے تحت آگے بڑھنے کا موقع دیں۔یہاں میں پھر واضح کرنا چاہوں گا کہ ان تمام متنازعہ امور بشمول مسئلہ کشمیر کا فوجی حل ممکن نہیں۔ Civil Strife سے نمٹنے کیلئے انسانی جانوں کا زیاں ، انسانی حقوق کی پامالی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ اور ترقیاتی وسائل کا مستقل استعمال کسی بھی صورت جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ایک Victimised Minority کا نمائندہ ہونے اور Exile کی زندگی گزارنے کی حیثیت سے اور آئے دن اپنے ساتھیوں اور ہمدروں کے ماورائے عدالت قتل کا غم برداشت کرتے رہنے کی وجہ سے میں کشمیریوں کے غم وغصہ اور دکھ کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں۔ 17 ہزار سے زائد مہاجر بشمول ایم کیوایم کے رہنماء، کارکنان، ہمدرد اور انکے رشتہ دار آرمی آپریشن کے دوران بلا جواز قتل کر دیئے گئے...... ہزاروں مہاجر خاندان آج بھی دربدر، بے گھر و بے آسرا ہیں...... یا تو انکے گھر کے واحد کمانے والے ماورائے عدالت قتل کر دیئے گئے...... بلا جواز گرفتار کر لئے گئے یا وہ Exile کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں...... میرے 66 سالہ بڑے بھائی ناصر حسین اور ان کے صاحبزادے 28 سالہ عارف حسین کو اہل محلّہ کے سامنے بلا جواز گرفتار کیا گیا......انہیں تین روز تک بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور 9 دسمبر 1995ء کو بے دردی کے ساتھ ماورائے عدالت قتل کر دیا گیا۔ یہ دونوں پاکستان کے غیر سیاسی شہری تھے۔

چار جنگوں بشمول کارگل میں مرنے والوں کی کل تعداد 13 ہزار سے زائد ہے۔مزید Facts and Figures کے مطابق اب تک 50 ہزار سے زائد افراد صرف جموں اور کشمیر میں اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں......ان کے خاندان مغموم ہیں جبکہ مقامی معیشت تباہ ہوکر رہ گئی ہے۔اس صورتحال سے کون فائدہ اٹھا رہا ہے؟ کیا پاکستان اور ہندوستان کے لوگ اس نقصان کو برداشت کرسکتے ہیں؟ کیا وہ ان اخراجات کو دیگر وسائل یعنی صحت، ترقیاتی پروگرامز اور تعلیمی فنڈز سے پورا کرتے رہیں گے؟......دائیں بازو کی مذہبی تنظیموں کی سرپرستی میں قائم 50 ہزار مدرسوں میں 20 لاکھ سے زائد طالب علم ہیں...... یہ مدرسے حکومتی سرپرستی اور نگرانی سے آزاد ہیں۔ان مدرسوں میں Outdated Theories کو فروغ دیا جاتا ہے جسکے نتیجہ میں ہر سال 15 سے 20 ہزار نئے Militants پیدا ہوتے ہیں۔ معاشرے کو اس برائی سے نجات کون دلائے گا؟...... یہ افراد کس طرح واپس معاشرے کا حصہ بن سکیں گے؟...... میں بھارتی مسلمانوں کو انتہا پسندی کی جانب نہ دھکیلنے اور Moderate Behaviour برقرار رکھنے پر بھارت کے مسلمان رہنماؤں اور دانشوروں کو خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گا۔

اعتمادسازی کے اقدامات جن کا مقصد دونوں ممالک کے شہریوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنا ہے ان میں تیزی لانا......اور ان پر عملدرآمد کو یقینی بنانا ہوگا ......لوگوں کو ایک دوسرے سے رابطہ کی اجازت ہو...... Cultural اور Economical رابطہ کی اجازت ہو......کھیلوں میں رابطہ کی اجازت ہو......سفارتی رابطوں کی اجازت ہو......اور عین مناسب ہے کہ قیام امن اور بھائی چارے کے فروغ کی خاطر دونوں ممالک کی افواج کے درمیان بھی رابطے ہونا اشد ضروری ہے۔

میری نظر میں People to People Contact کا یہ سلسلہ بھارت اور پاکستان کے ایک علاقے تک محدود نہیں رہنا چاہیے۔ فی الوقت یہ میل جول بظاہر ’’پنجاب سے پنجاب‘‘ تک ہی نظر آتا ہے۔سندھ بھی اسی خطے کا ایک علاقہ ہے اور یہاں بسنے والوں کا بھی مساوی حق ہے کہ وہ پڑوسی بھارتی ریاستوں کے لوگوں سے آزادانہ میل جول رکھ سکیں۔ کراچی میں ویزہ آفس کی بندش، کھوکھراپار موناباؤ سرحد نہ کھولنا اور ممبئی سے کراچی فیری سروس کا شروع نہ کیا جانا سندھ لوگوں کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔اس زیادتی کے باعث سندھ کے لوگوں کو بھارتی ویزے کے حصول کیلئے پہلے اسلام آباد تک جانا پڑتا ہے اور پھر براستہ لاہور ٹرین یا بس کے

ذریعے بھارت تک پہنچا جاتا ہے۔ یہ وقت کا تقاضہ ہے کہ بھارت اور پاکستان کی حکومتیں باہمی تعلقات میں مزید بہتری کیلئے ان قدامات پر Review کریں۔

معزز خواتین وحضرات!

حال ہی میں، میں نے اپنے کچھ خیالات کا اظہار بعنوان Realism And Practicalism کیا ہے جس کی کاپیاں ہال میں دستیاب ہیں۔ میں ان خیالات پر آپ کی رائے کی قدر کروں گا۔ اس کی روح یہ ہے کہ زمینی حقائق کو کھلے دل سے تسلیم کیا جائے۔ آج حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اور بھارت ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑے ہیں۔ نتیجتاً خطہ بے یقینی کی کیفیت سے دوچار ہے۔ بھارت اور پاکستان کے درمیان مذاکرات کو صرف مسئلہ کشمیر سے مشروط نہیں کیا جانا چاہیے اور دیگر امور پر بھی سنجیدہ گفتگو ہونی چاہیے۔ عملیت پسندی (Practicalism) کے ذریعے باہمی رضامندی کے نکات ڈھونڈے جاسکتے ہیں۔

مسئلہ کشمیر کا ذکر کیا جائے تو اس مسئلے سے منسلک متعدد مسائل بھی سامنے آتے ہیں۔ مثلاً آیا یہ مسئلہ دو فریقوں کے مابین ہے یا یہ سہ فریقی مسئلہ ہے؟......کیا کشمیری عوام اس زمرے میں آتے ہیں؟ ...... مجھے ڈھکی چھپی بات کرنے کی عادت نہیں ہے اور میں برصغیر ہندو پاک سمیت دنیا بھر سے تعلق رکھنے والے میرے ناقدین کو نہایت احترام سے دعوت دیتا ہوں کہ اگر میرے خیالات کہیں حقائق کے منافی محسوس ہوں تو میری اصلاح فرمائیں۔ مسئلہ کشمیر پر بات چیت شروع کرنے کیلئے اسکے ممکنہ حل پر غور کرنا ہوگا۔ جسکے بارے میں مختلف آراء ہوسکتی ہیں۔ حال ہی میں گفتگو میں آنے والا ''چناب فارمولا'' کیا ایک ممکنہ حل ہے؟......کیا ''ڈکسن پلان'' اس مسئلے کا حل ہے؟......کیا لائن آف کنٹرول کو مستقل سرحد قرار دے کر یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے؟...... یا کوئی دوسرا حل جواب تک زیر بحث نہ آسکا ہو؟......اسی ضمن میں اقوام متحدہ کی قراردادوں کا بھی ذکر آتا ہے، میں پوچھنا چاہوں گا کہ کیا ان قراردادوں کو نافذ کیا جاسکا؟......اور اگر یہ قراردادیں نافذ العمل ہوسکتی تھیں تو ماضی میں ایسا کیوں نہیں ہوسکا؟...... میری نظر میں معاہدہ تاشقند......شملہ معاہدہ......اور اعلان لاہور......اب تک Useless رہے ہیں۔ حقیقت پسندی کا تقاضہ یہ ہے کہ مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے کسی نئی اور Disputed Opinion کے بجائے جو حل پہلے سے بحث میں آچکے ہیں ان ہی کو تسلیم کرتے ہوئے آگے بڑھایا جائے۔

میری رائے یہ ہے کہ جب تک مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے کوئی موثر اور Alternate Opinion سامنے نہ آجائے اس وقت تک پچھلی تین دہائیوں سے موجود زمینی حقیقت یعنی لائن آف کنٹرول کو بنیاد بنا کر مذاکرات کا آغاز کیا جاسکتا ہے اور اس میں برائی ہی کیا ہے؟...... جب دونوں ممالک لائن آف کنٹرول کی خلاف ورزی کو جارحیت سے تعبیر کرتے ہیں تو کیا عام آدمی کی اصطلاح میں یہ انٹرنیشنل بارڈر نہ ہوئی؟......اور اگر میرا مشاہدہ غلط ہے تو پھر انٹرنیشنل بارڈر کی تعریف کیا ہے؟......اگر لائن آف کنٹرول کو مستقل سرحد مان لینا اس مسئلے کا حل نہیں تو پھر ہمارے پاس ایک اور جنگ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں بچتا۔ کشمیر پر بھارت اور پاکستان نے تین جنگیں لڑیں جن کے نتیجے میں حکومتوں کو تو شاید Political Victories حاصل ہوئی ہوں لیکن دونوں ممالک کے عوام کو سوائے لاشوں......یتیموں بیواؤں......مزید ٹیکسوں......جنگی اخراجات میں اضافے......اور غربت و پسماندگی کے علاوہ کیا ملا؟...... اگر ہم آج بھی اپنے اپنے مؤقف پر اڑے رہے اور ہم نے اس موقع کو ضائع کر دیا تو اس کی ہولناک قیمت ہماری آنے والی نسلوں کو ادا کرنی ہوگی۔ اس موقع پر میں مشہور (1181) St.Francis of Assisi کی دعا کا حوالہ دینا چاہوں گا جس میں انہوں نے کہا کہ

"Where there is hatred , let me sow love"

اسی دعا کے مطابق میں بھارت اور پاکستان کی حکومتوں سے درخواست کرنا چاہوں گا کہ وہ نفرتوں کے بیج بونے کے بجائے محبت کے بیج بونے کا آغاز کریں۔ میری درخواست یہ ہے کہ اب بھی دیر نہیں ہوئی...... دونوں ممالک کے عوام کی بہبود کیلئے ہمیں عقل سے کام لینا ہوگا...... ہمارے بچوں کو تعلیم کی...... دیہاتوں کو پینے کے صاف پانی......بجلی......اور طبی سہولیات کی ضرورت ہے...... دونوں ممالک کے عوام روزگار......بہتر شہری سہولیات......اور کمیونیکیشن کے نظام کی ضرورت ہے......آیئے! ہم عقل وفہم کو ضد اور سیاسی مفادات پر ترجیح دیں...... آیئے دفاعی اخراجات میں کمی کر کے یہ پیسہ معاشرے اور معیشت کی فلاح کیلئے استعمال کریں...... تاکہ ہمارے بچے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوں......اور نہیں حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق زندگی میسر آسکے۔ اس موقع پر میں صدر جنرل پرویز مشرف کو استصواب رائے کو مسئلہ کشمیر کے ایک حل کے طور پر رد کرنے کے جراتمندانہ مؤقف پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ میں نے بھی ہمیشہ اس آپشن کو ناقابل عمل ہی قرار دیا ہے۔ گزشتہ 57 برسوں میں پاکستانی رہنماؤں نے ایک صوبے کو دیگر صوبوں پر سبقت دینے کیلئے کشمیر کا نام استعمال کرتے ہوئے نہ صرف عوام کو گمراہ کیا بلکہ قوم کو جہالت، بھوک، غربت اور طبی سہولتوں سے محروم رکھ کر عوام کی نظروں میں ناکام بھی ہوئے۔

معزز خواتین وحضرات!

موجودہ دور میں دنیا کی واحد سپر پاور امریکہ اور اس کے اتحادی مغربی ممالک نے ترقی پذیر ممالک اور تیسری دنیا میں ہمیشہ اپنے شارٹ ٹرم مفادات کے حصول کیلئے Moderate اور روشن خیال مڈل کلاس کے نمائندوں کی مخالفت کر کے ڈکٹیٹر شپ اور شہنشاہیت کی حمایت کی ہے۔ امریکہ کی خارجہ پالیسی ہمیشہ ان کے انتخابات کو ذہن میں رکھ کر بنتی ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے طویل مدت میں اس خارجہ پالیسی کے نقصانات کا اندازہ نہیں کیا۔ مغرب نے ہمیشہ ان آمریتوں اور بادشاہتوں کے عرصہ اقتدار کو بڑھانے کیلئے مذہبی، نسلی اور لسانی انتہاپسندی کو فروغ دے کر عوام کا استحصال کیا اور القاعدہ...... اسامہ بن لادن...... اور صدام حسین پیدا کئے...... اور اب انہیں لگام دینے کیلئے امریکہ اور اسکے اتحادیوں نے عراق اور افغانستان میں دہشت گردی کے خلاف گلوبل وار شروع کی ہوئی ہے...... اس گلوبل وار کے نتیجہ میں ہزاروں معصوم افراد مارے جاچکے ہیں جبکہ لاکھوں بے گناہ افراد جنگ کی تباہ کاریوں کا شکار ہیں...... اس ظلم وستم کے نتیجہ میں لاکھوں افراد کے ذہنوں میں Pshycho Reactionary Actions جنم لے رہے ہیں...... اب وقت آ گیا ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی اپنے لوگوں کے مفادات کی خاطر اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کریں۔ اور روشن خیال اور اعتدال پسند مڈل کلاس جو کہ مذہبی، نسلی اور انتہا پسندی کو ختم کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے، کی بھرپور حمایت کریں۔ پاکستان کی مثال لیں تو امریکہ اور اس کے مغربی اتحادیوں نے شروع دن سے آج تک جاگیرداروں، ملاؤں اور فوج کے گٹھ جوڑ کی حمایت جاری وساری رکھی۔ اس حمایت کے منفی اثرات بے پناہ بدعنوانیاں...... Bad Governance...... چھوٹے صوبوں کے جائز حقوق سے انکار...... جہالت...... غربت...... بے روزگاری...... عوام میں مایوسی...... اور سب سے بڑھ کر مذہبی، نسلی ولسانی تشدد اور انتہا پسندی کی شکل میں سامنے آ چکے ہیں۔

براعظم یورپ جسکی جنگ عظیم کے بعد کی تاریخ کم وبیش بھارت اور پاکستان کی تاریخ کے مساوی ہے۔ جنوبی ایشیائی ممالک بالخصوص بھارت اور پاکستان اس سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ آج یورپی یونین کا قیام یورپ کے ان دوراندیش رہنماؤں کے خوابوں کی تعبیر ہے جو انہوں نے اپنے باشندوں کی معاشی خوشحالی اور اجتماعی طور پر انسانی وسائل کی ترقی کیلئے دیکھے تھے۔ ہم اس دن کی تمنا کر سکتے ہیں کہ جب ہماری بھی ایک مشترکہ یونین ہو...... بلکہ اپنی آزادی اور قومی وقار برقرار رکھتے ہوئے ہم ایک مشترکہ کرنسی رکھنے پر بھی آمادہ ہو جائیں۔ جنوبی ایشیا کا شمار دنیا کے عدم اشتراک رکھنے والے خطے میں ہوتا ہے اور ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کیلئے موجود کینہ کے باعث سارک کا فورم اب صرف کاغذوں میں ہی موجود ہے۔ ہماری نظریں SAFTA ساؤتھ ایشیا فری ٹریڈ ایگریمنٹ پر لگی ہیں۔ جس پر جنوری 2004ء کے سارک کے اسلام آباد سے جاری ہونے والے اعلامیہ کے مطابق جنوری 2006ء سے عملدرآمد ہوگا۔ کسی حد تک معاشی اشتراک کے ساتھ سارک ممالک کا ایک ٹریڈ فری زون اس خطے کو ایک بڑی علاقائی معاشی منڈی میں تبدیل کر دے گا جو حجم کے اعتبار سے چین کے بعد دوسرے نمبر پر ہوگی۔ اگر مستقبل کو پیش نظر رکھتے ہوئے جنوب مشرقی ایشیا اور وسط ایشیا تک سڑکوں اور ریلوے لائنوں کا جال بچھا دیا گیا تو ہماری آنے والی نسلوں کا مستقبل یقیناً تابناک ہوگا۔ دوطرفہ تجارت پر پابندی کے باعث دونوں ممالک دیگر ممالک سے اشیاء مہنگے داموں درآمد کرنے پر مجبور تھے۔ پاک بھارت تجارت کے باعث سستے خام مال کی فراہمی ہوگی اور ٹرانسپورٹ اور انشورنس کے اخراجات میں کمی آئے گی جسکے نتیجہ میں صارفین کو سستے داموں معیاری اشیاء مل سکیں گی اور مینوفیکچررز کو بڑی منڈیاں مل جائیں گی۔

تمام خارجی امور کے حل کے بعد جنوبی ایشیا کے ممالک عمومی طور پر اپنے اندرونی حالات بہتر کریں اور مذہبی، نسلی اور لسانی بنیادوں پر تعصب کو ختم کریں۔ میں حکومت پاکستان سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ تمام مذہبی، نسلی اور لسانی اقلیتوں کو تسلیم کریں...... اور ضمانت دیں کے انکے ساتھ برابری کی بنیاد پر سلوک کریں گے تا کہ Ethnolinguistic Pluralism اور قومی تصور کو فروغ ملے۔ ماضی کی تمام حکومتوں نے جان بوجھ کر عددی اکثریت اور طاقت کی بنیاد پر پاکستان میں Ethnolinguistic Praticularism کو فروغ دیا۔ جمہوریت میں صرف اعداد کو ہی نہیں گنا جاتا۔ ایک ریاست اسی وقت کامیاب ہوسکتی ہے جب وہ اقلیتوں کی خواہشات اور ضرورتوں کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں Accommodate کرتی ہے۔ پاکستان میں صحیح معنوں میں کوشش کی جانی چاہئے کہ اختیارات صوبوں کو منتقل کیے جائیں اور انہیں مکمل خودمختاری دی جائے سوائے وفاقی ایڈمنسٹریشن، ڈیفنس، خارجہ امور اور کرنسی۔ اگر امریکہ میں وفاق، ریاستوں کو مکمل خودمختاری دینے کے باوجود مستحکم رہ سکتا ہے تو پھر یہ کیسے سوچا جاسکتا ہے کہ وفاقِ پاکستان صوبوں کو مکمل خودمختاری دے کر کمزور ہوسکتا ہے؟

قومی دھارے کی لبرل اور ترقی پسند سیاسی پارٹیاں بشمول اہم کیوایم اس بات کی اہل ہیں کہ وہ پاکستان کو جمہوری اور ترقی پسند ملک میں تبدیل کر سکیں تا کہ نہ صرف داخلی امن قائم ہو بلکہ ہمسایہ ممالک کے ساتھ بھی پرامن تعلقات رہیں۔ یہ سیاسی پارٹیاں Good Governacne، آزاد عدلیہ، آزادی صحافت قائم

کرسکتی ہیں اورفرسودہ جاگیردارانہ نظام سے پاک ایسے معاشرے کا قیام عمل میں لاسکتی ہیں جہاں رواداری ہو......سب کومساوی حقوق اور یکساں مواقع میسر ہوں۔

معززخواتین وحضرات!

اس کانفرنس کا مقصد دنیااور خطے کے مما لک کے ساتھ بھارت کے معاشی،اسٹریٹیجک اور سیاسی مستقبل کیلئے روڈ میپ کی تیاری ہے اوراس مقصد کے حصول کی چابی پہلے خطے میں امن اوراستحکام ہے......امن ہی مثبت سوچ،کامیابی،خوشحالی،رواداری،بہترمعیشت اور ہمسایوں سے بہترتعلقات کوجنم دیتا ہے کیونکہ خطے کے مما لک کے مابین امن اور بہتر تعلقات ہی دنیا کی توجہ اس خطے کی جانب مبذول کرا سکتے ہیں۔امن ہی کے ذریعے بھارت دنیا بھر سے اپنے دیر پا تعلقات بہتر بنا سکتا ہے لیکن اس کیلئے پہلی شرط خطے میں امن اوراستحکام کا قیام ہے۔جوفوائد جنوبی ایشیائی مما لک بالخصوص پاکستان قیام امن سے حاصل کر سکتے ہیں وہ نیوکلیئر بم،اٹیم بم،کیمیکل اور بائیولوجیکل ہتھیاروں اور بڑی فوج کے ذریعے حاصل نہیں ہو سکتے۔آزادی کے فوراًبعد ہی بھارت اور پاکستان ایک دوسرے کواپنا دشمن تصور کرتے ہیں لیکن امن،بہتراور دیر پا تعلقات جیسے عظیم مقاصد کے حصول کیلئے دونوں مما لک کو جارحیت ختم کر کے پرخلوص اور معنی خیز مذاکرات شروع کرنے ہونگے۔

آخر میں میری رائے یہ ہے کہ جنوبی ایشیا میں انسانی حقوق کے تحفظ کیلئے ایک ضابطہ بنایا جانا چاہیے تا کہ یہاں کے عوام کوریاستوں کی زیادتیوں سے تحفظ حاصل ہو......ہماری حکومتوں کوایسا ماحول قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جہاں لوگوں کو بھوک،افلاس اور جہالت سے نجات مل سکے...... جہاں لوگوں کو بنیادی سہولتیں حاصل ہوں......اورانہیں وہ ساری سہولیات میسرآسکیں جو دنیا میں دیگرخطوں کے عوام باہمی امن اورتعاون سے حاصل کر چکے ہیں۔

☆☆☆☆☆